تصریحات

صدر

وزیرِ اعظم محمد خاں جونیجو نے یومِ پاکستان کے موقع پر مینارِ پاکستان کے زیرِ سایہ تقریر کرتے ہوئے اہلِ وطن کو یہ نویدِ مسرت سنائی ہے کہ یکم جنوری ۱۹۸۶ء سے پہلے ملک سے مارشل لاء اُٹھا لیا جائیگا وزیرِ اعظم کا اعلان پاکستانی عوام کے دل کی آواز ہے اور امرِ واقعہ یہ ہے کہ موجودہ مارشل لاء نے جو تقریباً آٹھ سال کے طویل عرصہ پر محیط ہے۔ پاکستانی عوام کے لیے کوئی غیر معمولی اور قابلِ فخر کارنامہ سرانجام نہیں دیا اس دوران فوجی عدالتوں کے قیام کے باوجود ملک میں امن و امان کا مثالی ماحول پیدا نہیں ہو سکا، صوبائیت اور فرقہ وارانہ فضا پہلے سے بھی زیادہ مکدر ہوئی ہے۔ رشوت، مہنگائی اور چور بازاری کا بازار پہلے سے بھی زیادہ گرم ہوا ہے۔ لہٰذا اگر وزیرِ اعظم اپنے اس پر مسرت اعلان پر عملدرآمد میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو یہ بات یقیناً اہلِ وطن کے لیے باعثِ مسرت و اطمینان ہوگی۔ مگر ہمیں خدشہ ہے کہ آئین میں پہلے سے کی گئی ترامیم اور آئندہ کے لیے سیاسی جماعتوں پر قدغن کے لیے جو قوانین حکومت کے زیرِ غور ہیں ان کے بعد رسمی مارشل لاء کے ختم ہو جانے سے معنوی طور پر کچھ فرق نہیں پڑے گا۔ اگر سیاست پابندِ سلاسل رہنی ہے اظہارِ خیال پر پابندیاں ہی رہنی ہیں اور ماسوائے سرکاری جماعت کے دیگر سیاسی جماعتوں کو آزادانہ کام کرنے کی اجازت دینے میں بخل سے کام لیا جاتا ہے تو پھر مارشل لاء کے اُٹھنے یا نہ اُٹھنے سے کیا فرق پڑتا ہے بنیادی حقوق کی بحالی اور ان کی بطیبِ خاطر پاسداری جمہوری حکومت کا اساسی و بنیادی نظریہ ہوتا ہے اور اگر کوئی شہری یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کے سیاسی، معاشرتی اور معاشی بنیادی حقوق اس سے سلب ہو رہے ہیں تو اسے قانونی عدالتوں میں چارہ جوئی کا پورا پورا حق ہونا چاہیے۔ مارشل لاء کے ختم کرنے کے بعد بھی پاکستانی عوام ان نعمتوں سے محروم ہی رہیں گے تو پھر جمہوریت اور عوامی نمائندگی کے نام پر سول مارشل لاء کے جاری و ساری رہنے سے عوام میں شدید مایوسی اور بد دلی پھیلنے کا امکان ہے لہٰذا ہم وزیرِ اعظم جناب محمد خان جونیجو سے التماس کرتے ہیں کہ وہ نہ صرف یہ کہ اس ملک سے

مارشل لاء ختم کرائیں بلکہ اہلِ وطن کو مسلمہ جمہوری حقوق بھی عطا کریں۔ ورنہ وطن عزیز ممکن ہے جمہوری برادری میں اپنا کھویا ہوا مقام کبھی نہ حاصل کر سکے گا۔

ماہِ ذوالحجہ کے اختتام کے ساتھ ہی ماہِ محرم کا جب آغاز ہوتا ہے تو ملک بھر میں شیعہ حضرات حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سوگ منانا شروع کر دیتے ہیں۔ مجالسِ عزا منعقد ہوتی ہیں ذاکر حضرات فنِ خطابت میں اپنے اپنے جوہر دکھاتے ہیں۔ اور بزعم خویش عوام کو حضرت حسین رضی اللہ کے کارہائے نمایاں سے آگاہ کرتے ہیں۔ پھر دس محرم الحرام کو اس سلسلہ کا سب سے بڑا جلوس نکلتا ہے۔ جس میں سینہ کوبی کی جاتی ہے۔ مرثیے پڑھے جاتے اور عَلَم نکالے جاتے ہیں۔ شیعہ حضرات کا یہ مسلک ہے اور ان کا یہ مذہب ہے۔ لہٰذا ہمیں اس حد تک تو کوئی اعتراض نہیں کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق رسومات ادا کریں۔ مگر اس موقع پر ہم یہ کہنا ضروری سمجھتے ہیں۔

۱۔ وطنِ عزیز اس وقت شدید بحرانی کیفیت سے گزر رہا ہے پاکستانی سرحدوں پر سرخ سامراج کے عَلَم لہرا رہے ہیں۔ اور بعض غیر ملکی طاقتیں پاکستان کو کمزور کرنے کے درپے ہیں۔ اندرونی طور پر بھی ملکی حالات قابلِ فخر نہیں۔ حکومت اور دیگر سیاسی جماعتوں میں رسہ کشی اپنے عروج پر ہے۔ ایسے حالات میں ملک کو اندرونی طور پر امن و استحکام کی اس وقت شدید ضرورت ہے اور یہ بات کسی طور مناسب نہیں کہ ملک میں فرقہ وارانہ فضا پیدا کی جائے۔ شیعہ سنی کا جھگڑا پیدا کیا جائے یا مسلمانوں کو باہمی طور پر پریشان خیال کر دیا جائے۔ اور یہ بات صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ اہلِ سنت حضرات کی طرح شیعہ حضرات بھی اپنے اندر سے غلو کو ختم کر دیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سب مسلمانوں کے لیے سرمایۂ حیات ہیں اور ان کی محبت و عقیدت ہر مسلمان کا جزوِ ایمان ہے۔ مگر کیا آپ کی عظمت و احترام کے لیے ضروری ہے کہ خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کو ناپسندیدہ القابات سے نوازا جائے اور اس طرح اہلِ سنت کی دل آزاری کی جائے۔ ملک میں باہمی محبت پیار اور اعتماد کی فضا پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اہلِ سنت کے مذہبی جذبات کا بھی پورا پورا احترام کیا جائے۔ یہی ایک صورت ہے جس کی بنیاد پر وطنِ عزیز میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی پیدا ہو سکتی ہے۔ امید ہے شیعہ اکابرین تقیہ کئے بغیر ہماری اس گزارش پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے۔

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

۲۔ محرم کے سلسلہ میں ہم دوسری گزارش ارباب حکومت سے کرنا چاہتے ہیں۔ اس وقت بلکہ

قیامِ پاکستان سے لے کر اب تک پاکستان پر عمومی طور پر حنفی المسلک حضرات ہی کا اقتدار رہا ہے۔ مگر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ محرم کے آغاز کے ساتھ ہی تمام حکومتی ادارے شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا اس انداز سے اظہار و بیان شروع کر دیتے ہیں کہ ان کا یہ فعل بالواسطہ طور پر شیعیت کی حوصلہ افزائی ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس وقت صرف پاکستان کے نشریاتی اداروں کی ہی مثال کافی ہے۔ ریڈیو اور ٹی وی حکومت ہی کے زیرِ اثر کام کرتے ہیں۔ مگر ان دونوں اداروں سے ماہ محرم کے سلسلہ میں جو پروگرام نشر کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے اکثر اہلِ سنت کے مذہبی جذبات کو مجروح کرتے ہیں۔ ان دنوں ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پاکستان کے نہیں بلکہ کسی شیعہ سلطنت کے نشریاتی ادارے ہیں۔ ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی آڑ میں شیعیت کے اس یکطرفہ پروپیگنڈے کو بند کیا جائے۔

آج کل ملک میں بعض علماء کی طرف سے یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ پاکستان میں فقہ حنفی نافذ کی جائے یہ مطالبہ بڑا ہی عجیب و غریب اور مضحکہ خیز ہے۔ کیونکہ فقہ حنفی کے اکثر معاشی، معاشرتی اور عدالتی قوانین ایسے ہیں جو مفادِ عامہ مصلحت عامہ اور کتاب و سنت کے صریحًا خلاف ہیں۔ اور ان کے نفاذ سے متعدد دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ تجارتی مسائل میں فقہ حنفی خاصی کمزور ہے۔ اور یہ بات تو سب لوگ جانتے ہیں کہ "مشروبات" کی حلت کے سلسلہ میں یہ فقہ بہت نرم گوشہ رکھتی ہے۔ نبیذ ان کے ہاں حلال ہے اور خمر کی جو اس فقہ میں تعریف کی گئی ہے۔ اس کے بعد مے خواروں کے لیے لذّت بادہ سے دل بہلانا قانونًا مشکل نہ ہوگا۔ اس طرح معاشرتی مسائل میں سے نکاح و طلاق کے جو احکام فقہ حنفی میں موجود ہیں ان کے قانونًا نفاذ کے بعد معاشرہ کی پاکیزگی کا تصور کرنا ناممکن ہوگا لہٰذا جب ہمارے بعض اہلِ علم ملک میں فقہ حنفی کے نفاذ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ تو ہمیں حیرانگی ہوتی ہے کہ یہ حضرات یا تو فقہ حنفی کے مسائل سے آگاہ نہیں یا محض تعصب کی بناء پر وہ مطالبہ کرتے ہیں اور اندر سے ان کے دل بھی گواہی دیتے ہیں کہ وہ اس مطالبہ میں حق بجانب نہیں۔ حنفی فقہ یا کسی بھی دوسری فقہ کے حق میں زیادہ سے زیادہ یہ دلیل دی جا سکتی ہے کہ یہ فقہ کتاب و سنت کی ایک تعبیر ہے۔ تو کیا اس صورت میں یہ کہنا زیادہ مناسب نہ ہوگا کہ جس کتاب و سنت کی یہ تعبیر ہے اس کتاب و سنت کو ہی اس ملک کے قانون کا درجہ دے دیا جائے۔ آخر کتاب و سنت کو چھوڑ کر اس کی ایک تعبیر کو قانونًا نافذ کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ تعبیر کی بجائے اصل ہی کو کیوں نہ قانونًا نافذ کر دیا جائے خصوصًا جب کہ

باقی صفحہ ۵۶ پر